قیاس

قیاس کا لغوی معنی:

”قیاس“ عربی لفظ ہے، جس کے لغوی معنی ”اندازہ کرنا“ کے ہیں۔ اسی سے مقیاس (تھرمامیٹر) ہے، یہ اسم آلہ ہے۔

قیاس کا اصطلاحی معنی:

جو حکم منصوص (قرآن وحدیث) میں ہو اس حکم کو کسی علتِ مشترکہ کی بنیاد پر غیر منصوص (جہاں آیت یا حدیث نہ ہو) کی طرف منتقل کرنا“

منصوص: اس حکم کو کہتے ہیں جو قرآن وسنت میں ہو۔ **غیر منصوص:** اس حکم کو کہتے ہیں جو قرآن وسنت میں نہ ہو۔

مثال:

رِبا (سود) چاول میں بھی جاری ہوتا ہے، یعنی جب چاول کو چاول کے عوض میں فروخ کیا جائے تو اُدھار بھی حرام ہے اور کسی طرف مقدار میں کمی بیشی بھی حرام ہے، لین دین ہاتھوں ہاتھ ہونا ضروری ہے اور دونوں چاول خواہ مختلف قسم کے ہوں لیکن مقدار دونوں کی برابر ہونا ضروری ہے، ادھار یا کمی بیشی کی وجہ سے ربا لازم آئے گا جو کہ حرام ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے چھ چیزوں سونا، چاندی، گندم، جو، کھجور، نمک کے بارے میں فرمایا: کہ ان میں کسی چیز کو جب تم اسی کی جنس کے بدلے میں بیچو تو اس میں ادھار یا کمی بیشی ربا ہے، جو حرام ہے۔

اب اس حدیث سے ان چھ چیزوں کا تو حکم معلوم ہو گیا اور یہ چھ چیزیں منصوص ہیں یعنی حدیث میں ان کا ذکر آ گیا، مگر چاول کے بارے میں یہ حدیث خاموش تھی، چاول کا حکم نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں۔ ظاہر ہے دنیا کی ساری چیزوں کا ذکر تو مشکل تھا، لہٰذا آپ ﷺ نے فارمولا دیدیا۔ تو جب ان چھ چیزوں میں ربا کی علت تلاش کی گئی، تو ربا کے باب میں علت ”قدر اور جنس“ نکلی۔

جب غور کیا گیا تو یہی علت چاول کی چاول کے بدلے خرید وفروخت کی صورت میں بھی پائی جاتی ہے، لہٰذا ان چھ چیزوں میں چاول بھی شامل ہو جائے گا، یعنی چاول کو چاول کے عوض فروخت کرنے کی صورت میں یہ شرط یہ ہے کہ دونوں طرف وزن یا مقدار برابر ہو، اور ایک ہی مجلس میں قبضہ ہو، کمی بیشی اور اُدھار دونوں حرام ہیں۔

اسی طرح ان چھ چیزوں کے علاوہ جن چیزوں میں ”قدر اور جنس“ کی علت پائی جائے تو ان کو اسی کی جنس کے ساتھ تبادلے کی صورت میں یہ ضروری ہوگا کہ: (۱)......دونوں طرف ہم جنس سامان برابر ہو۔ (۲)......قبضہ بھی فوری ہو، اُدھار نہ ہو۔

لہٰذا ایک کلو چاول کو دو کلو گندم کے عوض میں فروخت کرنا جائز ہے، اور کمی بیشی ربا نہیں، کیونکہ یہاں ربا کی علت نہیں پائی جا رہی، اور وہ ہے جنس، کیونکہ چاول ایک الگ جنس ہے اور گندم ایک الگ جنس ہے۔

اسی طرح ہماری کرنسی کی مثال ہے کہ پاکستانی کرنسی کو پاکستانی کرنسی کے عوض فروخت کرنے کی صورت میں کمی بیشی سود ہے

اور اُدھار بھی ممنوع ہے، کیونکہ علت پائی جارہی ہے، لیکن مثلاً اگر ۸۰ روپے کے عوض ایک ڈالر خرید ا جائے تو یہ جائز ہے اور یہاں کسی قسم کا سود نہیں کیونکہ جنس ایک نہیں، پاکستانی کرنسی الگ جنس ہے اور ڈالر ایک الگ جنس ہے۔ علت نہیں پائی جارہی۔

قیاس کے اجزاء:

قیاس کے چار اجزاء ہیں:

(۱)...... مقیس علیہ / اصل، یعنی جہاں سے حکم لیا جارہا ہے۔

(۲)...... مقیس / فرع، یعنی جہاں حکم منتقل کیا جارہا ہے۔

(۳)...... علت۔ جس علت کی بناء پر حکم منتقل کیا جارہا ہے۔

(۴)...... حکم۔ علت کے پائے جانے کے نتیجے میں ثابت شدہ حکم کو کہتے ہیں۔

قیاس کی حجیت قرآن وحدیث میں:

قرآنِ کریم میں ہے:

”**فاعتبروا یا اولی الأبصار**“ (الآیہ: الحشر: ۲) ترجمہ...... **پس عبرت پکڑو، اے بصارت والو!**

تو عبرت کا معنی ہے قیاس کرنا، اس کو ایک مثال سے سمجھئے کہ مثلاً ایک آدمی کو کسی جرم کے نتیجے میں پھانسی دی گئی اور اس کو پھانسی کے پھندے میں لٹکا دیا گیا، اور ساتھ ہی ایک بورڈ لگا دیا گیا کہ جس پر یہ لکھا ہو کہ ”عبرت حاصل کرو“ تو اس کا کیا مطلب ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ اس آدمی نے یہ جرم کیا اور اس کے نتیجے میں پھانسی دی گئی، تو آپ بھی اپنے آپ کو اس آدمی پر قیاس کرو، اگر تم بھی اس جرم میں مبتلا ہو، یا یہ جرم کبھی تم نے کیا تو تمہیں بھی اسی طرح لٹکا دیا جائے گا۔ یہی تو قیاس ہے۔

مسند احمد کی حدیث ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی کریم ﷺ جب یمن کا گورنر بنا کر بھیج رہے تھے تو ان سے پوچھا کہ اگر کوئی مسئلہ درپیش ہوا تو تم کس چیز سے فیصلہ کرو گے اے معاذ؟ تو انہوں نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب سے، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر آپ قرآن میں نہ پائیں تو؟ انہوں نے جواب میں ارشاد فرمایا: تو میں نبی کریم ﷺ کی احادیث سے فیصلہ کروں گا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم احادیث میں نہ پاؤ تو کس چیز سے فیصلہ کرو گے؟ تو انہوں نے جواب میں ارشاد فرمایا: ایسی صورت میں ”میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا“

جب نبی کریم ﷺ نے یہ سنا تو آپ ﷺ نے انہیں دعا دی کہ تمام تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے رسول کے قاصد کو اس چیز کی توفیق دی جس سے وہ راضی ہوتا ہے۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ایک ایسی خاتون کا مسئلہ پیش کیا گیا جس کے شوہر کا انتقال ہوگیا تھا اور ابھی اس خاتون کی رخصتی نہیں ہوئی تھی، اور مہر بھی مقرر نہ ہوا تھا۔ آپ سے سوال کیا گیا کہ ایسی خاتون کو کیا ملے گا؟ کیونکہ رخصتی سے قبل اگر عورت کو طلاق ہوجائے یا شوہر کا انتقال ہوجائے تو اگر مہر مقرر ہو تو ”آدھا مہر“ ملتا ہے۔ لیکن چونکہ یہاں مہر مقرر ہی

نہیں تھا تو سوال پیدا ہوا کہ اب آدھے کا فیصلہ کس طرح کریں گے کیونکہ یہاں مہر مقرر نہیں؟

تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھے مہلت دو میں سوچوں گا اور غور کرنے کے بعد حکم بتاؤں گا، بعد میں انہوں نے اجتہاد کیا اور فرمایا کہ میں نے اس مسئلہ میں اجتہاد کیا ہے، اگر میں نے صحیح مسئلہ بتایا تو یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر غلط بتایا تو یہ شیطان کی طرف سے ہے۔ اور فرمایا کہ ایسی خاتون کو مہر مثل ملے گا، اور اس میں کمی بیشی نہیں ہوگی۔

سوال......مہر مثل: کس کو کہتے ہیں؟

جواب......لڑکی کے ددھیال میں یہ دیکھا جائے گا کہ جن لڑکیوں کی شادی ہوئی ہے، ان کا مہر عام طور پر کتنا مقرر کیا گیا ہے، تو اس لڑکی کو بھی ان کے موافق مہر ملے گا، کم نہیں ملے گا۔

مندرجہ بالا دلائل سے معلوم ہوا کہ قیاس بھی حجت ہے اور اس سے انکار گمراہی ہے، یہ الگ بات ہے کہ قرآن سے ثابت شدہ حکم اور قیاس سے ثابت شدہ حکم میں درجہ بندی ہے، کہ پہلا حکم قطعی ہے اور دوسرا ظنی۔

قیاس کی شرائط:

۱)......پہلی شرط یہ ہے کہ جو حکم منتقل کیا جارہا ہو، وہ کسی کے ساتھ خاص نہ ہو۔

مثلاً ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے ایک اعرابی سے ایک اونٹ خریدا، اور اس کی قیمت دیدی، لیکن وہ اعرابی اس بات سے منکر ہوا کہ آپ نے قیمت دیدی ہے۔ اس نے کہا کہ اگر آپ نے قیمت دیدی ہے تو کیا آپ کے پاس کوئی گواہ ہے؟ تو حضرت خزیمہ ایک صحابی ہیں، انہوں نے اس موقع پر فرمایا کہ: اے اللہ کے رسول میں آپ کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے قیمت دیدی ہے، آپ نے فرمایا کہ تم تو اس معاملہ کے وقت تھے ہی نہیں تو کیسے گواہی دیتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ آپ آسمان کی باتیں اور غیب کی باتیں ہمیں بتاتے ہیں اور ہم اس پر ایمان لے آتے اور آپ کی بات مان لیتے ہیں تو اس اونٹ کی قیمت کے بارے میں ہم آپ کی گواہی نہ دیں گے۔ تو نبی کریم ﷺ نے یہ سن کر فرمایا: کہ خزیمہ جس کے لئے گواہی دیں، بس ان کی گواہی کافی ہے، یعنی دو گواہوں کی ضرورت نہیں، صرف ان کی اکیلے کی گواہی کافی ہے۔

یہ ایک واقعہ ہے اور اس واقعہ میں ایک شخص کی گواہی کی خصوصیت صرف حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی ہے، تو اب اگر کوئی شخص کہے کہ فضیلت میں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی صحابی ہیں بلکہ حضرت خزیمہ سے بڑھ کر ہیں، لہٰذا اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اگر کسی کے لئے گواہی دیں، تو ان کی گواہی بھی کافی ہوگی دو گواہوں کی ضرورت نہ ہوگی، تو یہ قیاس درست نہ ہوگا، کیونکہ اس واقعہ میں ایک شخص کی گواہی کا حکم صرف حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی خصوصیت ہے۔

سوال...... یہ کیسے معلوم ہوا کہ یہ حکم حضرت خزیمہؓ کے ساتھ خاص تھا؟

جواب...... کیونکہ گواہی کے بارے میں شریعت کا ایک اور قانون پہلے سے موجود تھا کہ کسی مسئلہ میں گواہی کی ضرورت

پڑے تو دو مرد یا ایک مرد اور دو خواتین کی گواہی لازمی ہے۔ایک مرد یا صرف دو خواتین کی گواہی قابلِ قبول نہیں۔

۲)......دوسری شرط یہ ہے کہ جو حکم منتقل کیا جا رہا ہو، وہ معقول ہو، اور عقل میں آتا ہو، جو حکم عقل میں نہ آتا ہو، تو اس کو کسی اور جگہ منتقل نہیں کیا جائیگا۔

مثلاً اگر کسی کی ریح خارج ہو جائے تو ایسی صورت میں حکم یہ ہے وضو کیا جائے، تو ہوا کے نکلنے پر وضو کرنا یہ بات عقل میں نہیں آتی کیونکہ گندگی تو کسی اور جگہ سے نکلی ہے، دھونا تو اس جگہ کو چاہیے لیکن حکم یہ ہے کہ وضو کرو، تو یہ حکم غیر معقول ہے، لہٰذا اس حکم کو قیاس کرتے ہوئے کسی اور جگہ منتقل کرنا درست نہیں۔اسی طرح موزوں پر مسح کرنا یہ غیر معقول ہے، کیونکہ گندگی تو موزوں کے نیچے ہوتی ہے جبکہ مسح موزوں کے اوپر کیا جاتا ہے، تو اب اس غیر معقول حکم کو کسی اور جگہ منتقل کرنا اور قیاس کرنا درست نہ ہوگا۔

۳)......تیسری شرط یہ ہے کہ جو حکم منتقل کیا جا رہا ہے، وہ حکم شرعی اعتبار سے ہو، لغت کے اعتبار سے نہ ہو۔

مثلاً لواطت کو زنا کے معنی میں لیکر لواطت کے لئے زنا کی حد ثابت کرنا کہ چونکہ لواطت بھی زنا ہی کی طرح ہے لہٰذا جو حد زنا کی ہے وہی حد لواطت کی بھی ہوگی، تو یہ قیاس کرنا درست نہ ہوگا، کیونکہ یہ حکم لغوی اعتبار سے ہے شرعی اعتبار سے نہیں۔

اسی طرح خمر (شراب) کا معنی ہے عقل کو ڈھانپنا یعنی نشہ طاری ہونا، یہ اس کا لغوی معنی ہے، اب اگر کوئی اس لغوی معنی کے اعتبار سے اس حکم کو کسی دوسری جگہ منتقل کرے اور یہ کہے کہ ہر وہ چیز جس میں نشہ ہو تو وہ بھی شراب ہے، لہٰذا اس کے پینے پر اگر کسی کو نشہ ہو تو شراب کی حد اس پر بھی جاری ہونی چاہیے، تو یہ قیاس درست نہ ہوگا، کیونکہ یہ قیاس لغوی معنی کے اعتبار سے ہے، شرعی معنی کے اعتبار سے نہیں۔

۴)......جو حکم خود منصوص (قرآن وحدیث میں) ہو اس کو قیاس نہیں کیا جائے گا۔کیونکہ یہاں قیاس کی ضرورت ہی نہیں کہ حکم تو موجود ہے اب قیاس کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

مثلاً اگر کسی نے غلطی سے قتل کر دیا (قتل خطأ) تو ایسی صورت میں کفارہ اور دیت واجب ہوتی ہے، اور کفارہ میں ایک مومن غلام کا حکم ہے، جبکہ قسم کے کفارہ میں ایک ''مطلق غلام'' آزاد کرنے کا حکم ہے، یعنی مومن کی شرط نہیں لگائی بلکہ عام حکم ہے، خواہ وہ غلام مومن ہو یا نہ ہو۔تو اب اگر کوئی شخص یہ قیاس کرے کہ قتل کے کفارہ میں چونکہ مومن غلام ہے، لہٰذا قسم کے کفارہ میں بھی مومن غلام ہونا چاہیے، تو یہ قیاس غلط ہوگا، کیونکہ قسم کے کفارہ خود منصوص ہے اور اس میں مومن کی شرط نہیں، لہٰذا اس میں قیاس کر کے مومن کی شرط لگانا درست نہیں بلکہ چونکہ غلام یہاں مطلق ہے، لہٰذا اس کو مطلق ہی رکھا جائے گا۔

اجتہاد کا لغوی اور اصطلاحی معنی: یہ جہد سے نکلا ہے، لغت میں اس کے معنی ہیں: ''کوشش کرنا''۔

جب کوئی ایسا واقعہ پیش آجاتا ہے جس کا حکم قرآن وحدیث میں نہ ملتا ہو، تو علماءِ کرام قرآن وحدیث میں غور وفکر کر کے اس کا حکم معلوم کرتے ہیں اور اس حکم کو قرآن وحدیث سے ثابت شدہ حکم پر قیاس کرتے ہیں، اس کو اصطلاح میں ''اجتہاد'' کہتے ہیں۔

اجتہاد کرنا ہر کسی کا کام نہیں ہوتا، اس کی بڑی کڑی شرائط ہیں، جس میں وہ تمام شرائط پائی جاتی ہوں وہی اجتہاد کا اہل ہوتا ہے۔

تمت بالخیر